اسلام میں غلامی کا تصور- ایک تحقیقی جائزہ

Islamic Concept of Slavery: An analytical Survey

ڈاکٹر محمد ایاز*

ڈاکٹر سہیل انور**

ABSTRACT

Islam means a belief in the total submission to Allah Almighty and this is the only source of success, here and in hereafter. Islam gives respect and esteem to every human being and does not allow one to keep other human fellow as slave. It stresses on its believers to free the humanity from the slavery and clutches of other human beings and to invite and facilitate them to the slavery of their real Master and Creator. To be an obedient servant of Allah Almighty is the real and basic theme of Islam. Many verses of the Holy Quran and sayings of the Holy Prophet (SAW) convey and explain this message. Despite all this, even then Islam did not eradicate the concept of slavery; rather it fixed and determined the rights of slaves and prisoners. This idea confuses many those, who have only superficial knowledge of Islam. The fact is that the concept of slavery in Islam is a sound proof of its being a real and divine religion with eternal and everlasting teachings, provided it is studied in depth and impartially. The given article argues this point in the light of Quran, Hadith and life of the Holy Prophet (SAW), which will be a valuable addition in the knowledge of readers.

Keywords: *Slavery; Islam; Fiqh.*

اسلام کے لغوی معنی اپنے آپ کو کسی کے سپرد کرنے، حوالے کر دینے، تسلیم ہونے، حکم ماننے اور گردن نہاد ہونے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے اوامر کے حوالے کر دینے اور بلا چون وچرا اس کی بندگی کرنے کا نام اسلام ہے۔ ایسا کرنے والا مسلمان کہلاتا ہے۔[1]

اسلام انسان کو دیگر انسانوں کی غلامی سے چھڑاتا ہے لیکن اس کو شتر بے مہار بھی نہیں چھوڑتا بلکہ اپنے خالق اور مالک حقیقی کی بندگی اور غلامی میں لاتا ہے۔ جب یہی دین اسلام انسان کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو بندہ کو اپنی جان ومال،

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

صلاحیت اور جذبات کا صحیح مصرف معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا کوئی عمل اور کوئی جذبہ خلاف بندگی نہیں گزرتا۔

حقیقی ذات کی غلامی مجازی خداؤں سے نجات دلاتی ہے۔ ایک کے سامنے جھکنا اور ماتھا ٹیکنا آگیا تو ہر ایک سے آزاد کر دے گا۔ ایک سے مانگنا اور سوال کرنا آگیا تو ہر ایک سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سارے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اصلیت سب کی ایک ہے تو ایک خاکی دوسرے خاکی کے سامنے کیوں جھکے؟ ایک بنی آدم دوسرے بنی آدم کا غلام کیوں بنے؟ اسلام کا تصور یہ ہے کہ بنی نوع انسان صرف اپنے مالک حقیقی کا غلام رہے۔ اس کی منشاو اشارے پر چلے، صرف اسی کی بندگی کرے، اور اس کو اپنے لیے سعادت سمجھے، اس کو بوجھ بیگار نہ سمجھے کہ یہ تو عین اس کی زندگی کا مقصد ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: " اور ہم نے جن اور انس کو محض اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے"۔[2]

اور صرف ایک ہی کی حقیقی بندگی کی طرف لانے اور غیروں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی طرف اپنے برگزیدہ بندے اور نمائندے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے۔[3]

حضرت ھود علیہ السلام نے یہی آواز لگائی۔[4] یہی آواز حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی لگوائی۔[5] یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو عقیدت مندوں نے حد سے تجاوز کر کے الوہیت کے درجے تک بڑھادیا۔ لیکن ان کی دعوت و تعلیم یہی تھی کہ: " اللہ میرے بھی رب ہیں اور تمہارا بھی۔ لہذا اسی کی بندگی کرو"۔[6]

اسی طرح نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری و عالمی نبی بنا کر بھیجا۔ تو آپ ﷺ نے بھی کسی کو ذاتی غلام نہیں بنایا، بلکہ ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی و بندگی میں لانے کی کوشش کی۔

نجران سے نصرانی پادریوں کا وفد جو آیا تھا اور نبی کریم ﷺ سے مختلف امور پر علمی بحث کی۔ آپ ﷺ نے سب کو لاجواب کر دیا، تو اس موقع پر موجود ایک یہودی عالم ابو رافع نے جب سارا منظر دیکھا تو آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے محمد ﷺ کیا آپ بھی لوگوں کو اپنی بندگی کی طرف بلانا چاہتے ہیں، جیسا کہ یہ نصرانی حضرت عیسی علیہ السلام کو الہ مانتے ہیں۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

> "کسی بشر کا یہ کام نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب و حکمت دی ہو اور اسے نبوت سے سرفراز کیا ہو، پھر وہ لوگوں سے یوں کہتا پھرے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (وہ تو یوں کہتے ہیں کہ) تم اللہ والے بنو، بسبب اس کے کہ تم کتاب الہٰی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اس کو پڑھتے ہو"۔[7]

گویا تمام انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑا۔ اپنے سے نہیں جوڑا، اپنا ذاتی غلام نہیں بنایا۔

غلامی کی ابتداء

تاریخی نقطہ نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام سازی کا آغاز نمرود کے عہد سے ہوا ہے۔ اسلئے کہ اس نے خدائی کا دعوی کیا تھا۔ اپنے آپ کو خالق ومالک سمجھتا تھا۔ اور باقی مخلوق ورعایا کو اپنا غلام اور خادم تصور کرتا تھا۔
نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے قصےّ سے تو بالکل واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں کنعان ومصر میں انسانوں کو غلام رکھنے کا تصور پایا جاتا تھا۔[8]

مسٹر گبن (Gibben) اپنی کتاب "The Decline and fall of Roman Empire" میں لکھتے ہیں کہ درحقیقت Slave کا لفظ لاطینی زبان میں "sero" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی غلام کے ہیں یہ ایک قومی نام ہے۔ جو کہ علاقے کے ساتھ منسوب ہے، جب اس علاقے کے باشندے پکڑے جاتے اور جرمنوں کے قبضے میں دیئے جاتے تھے۔ تو یہ لوگ انہیں "Slavonic Race" کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اور انہیں انسانیت سے گرا کر حیوانیت کا درجہ دیتے تھے، یہی وجہ ہے کے قبل از اسلام غلاموں کے ساتھ ہمیشہ غیر انسانی سلوک کیا جاتا رہا ہے[9]۔

غلامی کے اسباب

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے سے غلام رکھنے کے دو اسباب صراحتا معلوم ہوتے ہیں۔

ازروئے قرآن، عزیز مصر اپنی بیوی سے یوں مخاطب ہیں:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا[10]

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس بچے کو بہت ہی عزت واکرام سے رکھو، ہوسکتا ہے کہ اس سے ہمیں بہت نفع پہنچے، یا ہم اسے اپنا متبنی بنائیں"۔

گویا حصول نفع اور متبنیّ بنانا (لاولد والدین کے لئے) یہ دونوں اسباب تھے۔ جن کیلئے انسانوں کو غلام رکھا جاتا تھا۔
حقیقت یہ ہے کہ انسان کو غلام بنانے کا رواج تو آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے تھا اور اس کے کئی طریقے رائج تھے۔ مثلاً:

1۔ طاقت ور آدمی اپنی طاقت کے بل بوتے پر کمزور آدمی کو غلام بنا دیتا۔ اپنی مرضی سے اسے فروخت بھی کرلیتا، جسے آجکل کی زبان میں بردہ فروشی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ بچے کو اغوا کر کے اسے فروخت کرلیتے، جسے آج کل انسانی اسمگلنگ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

2۔ بعض اوقات کسی جرم کی پاداش میں مجرم کو بطور سزا غلام بنا دیا جاتا۔

3۔ ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنا دیا جاتا جو لوگ جنگ میں قید ہوکر آتے، اگر فریقین کے

درمیان جنگی قیدیوں کا تبادلہ نہ ہوتا اور نہ ہی ان کو فدیہ لیکر آزاد کیا جاتا تو پھر ان کو مسلمانوں میں تقسیم کیا جاتا جو اس کو بطور غلام /لونڈی رکھتا۔ گویا وہ جیل کے قیدی کی نسبت ذرا آزاد ہو کر گھر کا قیدی بن کر زندگی گزارتا۔[11]

اسلام نے پہلی دو صورتوں میں بردہ فروشی اور بطور جرمانہ قیدی بننے کو حرام قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"تین آدمیوں کیخلاف میں قیامت کے دن خود مدعی بنوں گا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو کسی آزاد شخص کو فروخت کرکے اس کی قیمت کھا جائے۔"[12]

حاصل بحث یہ اوپر مذکورہ غلامی کی تینوں صورتوں میں سے اسلام نے صرف ایک یعنی تیسری قسم کی اجازت دی ہے، لیکن اس مباح صورت کی بھی مختلف جہات ہیں، مثلاً:

1۔ فدیہ لیکر اس کو آزاد کرنا،

2۔ قیدیوں کے تبادلہ میں آزاد کرنا،

3۔ بغیر فدیہ کے آزاد کرنا

4۔ اور غلام رکھنا،

لہذا غلامی کے اسباب میں سے اسلام نے جو مصلحتاً تیسری جہت کو باقی چھوڑا ہے تو وہ بھی قیدی کے لیے ایک بہترین اقدام ہے جس کی صورت میں قیدی کو جیل میں ڈالنے کی بجائے کسی کا غلام بنا دیا جاتا ہے جہاں اسے زندگی کے کچھ نہ کچھ حقوق میسر ہوتے ہیں۔

اسے مولانا زاہد الراشدی صاحب اپنے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"اسلام نے غلامی کی تین قسموں میں سے ایک قسم کی اجازت دی ہے اور اس قسم پر بھی عمل کی نوبت بہت سے آپشنز (Option) کے بعد آتی ہے کہ جب ایک جنگی قیدی کو فدیہ لیکر نہ چھوڑنا ہو، قیدی کے تبادلے میں رہا نہ کرنا ہو، سزائے موت نہ دینی ہو تو ایسی صورت میں اسے قید میں ڈال کر اس کی زندگی کو بالکل ہی بے مقصد بنانے کے بجائے اسے حقوق کے تعین کے ساتھ کسی کے ساتھ رکھنے کی اجازت دیدی جائے"۔[13]

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

"كان رسول الله ﷺ يوتى بالأسير فيدمغه الى بعض المسلمين فيقول أحسن اليه، فيكون عنده اليومين والثلاثة فيوثره على نفسه"۔[14]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی قیدی پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ اسے کسی مسلمان کے سپرد فرماتے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم فرماتے۔ یہ قیدی دو تین دن تک

اس کے پاس رہتا اور وہ مسلمان اس کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے اس کا خاص خیال رکھتا تھا۔"

چنانچہ انہی خیر خواہانہ تعلیمات نبوی کا اثر تھا کہ ابو عزیز بن عمیر (جو کہ جنگ بدر میں نضر بن حارث کے بعد مشرکین کے علمبردار تھے) جب گرفتار ہوئے اور قیدیوں میں لائے گئے تو انہیں انصار میں سے کسی کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کا یہ اثر تھا کہ صبح وشام کھانے کے وقت مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجور کھا کر گزارہ کرتے، ان میں سے کسی کو روٹی کا ٹکڑا میسر آتا تو وہ مجھے پیش کرتا اور خود اسے ہاتھ نہ لگاتا۔ ان کے اس حسن سلوک سے مجھے شرمندگی ہونے لگتی۔[15]

نبی کریم ﷺ کو جب رسالت ملی تو اس وقت بہت سی معاشرتی برائیوں میں ایک اہم مسئلہ غلامی کا تھا۔ جن کا ختم کرنا ضروری تھا۔ قرآن کریم میں غلامی کو برقرار رکھنے کا حکم کہیں نہیں پایا جاتا حالانکہ نزول قرآن کے وقت ساری دنیا میں غلامی کا رواج موجود تھا۔ خود عربوں کی سرزمین بھی غلامی سے خالی نہیں تھی۔ لیکن ان سب کے باوجود قرآن کریم نے اس کی سخت مخالفت کی اور جابجا غلاموں کو آزاد کرنے اور ان سے بھائیوں جیسا سلوک اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں (اھل کتاب) لونڈیوں سے نکاح کرنے کی اجازت مذکور ہے۔ ارشاد ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ[16]

ترجمہ: "اور شادی شدہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ سوائے ان کے جو تمھارے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تمھارے لئے۔"

اسی طرح یہ بھی مذکور ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ[17]

ترجمہ: "اور تم میں سے جو لوگ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو وہ مومن لونڈیوں کیساتھ نکاح کر لیں۔"

گویا قرآن کریم نے کسی کو غلام بنانے کا حکم نہیں دیا۔ اس لئے کہ غلام بنانا تو اسلام کا مقصد نہیں۔ لیکن چونکہ غلاموں کا وجود اسی زمانے میں تھا اور کثرت سے غلام اسلام لاتے تھے۔ لہذا ان سے متعلق احکام کا نزول ضروری تھا۔[18]

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم صرف اباحت اور جواز کی حد تک ہے۔ یعنی اسلامی حکومت مصلحتاً اگر کہیں مناسب سمجھے تو ان کو غلام بنا سکتے ہیں لیکن اس عمل کا اختیار کرنا نہ واجب ہے نہ مستحب، لیکن قرآن کریم کے متعدد ارشادات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان قیدیوں کا آزاد کرنا افضل عمل ہے۔[19]

غلاموں کو آزاد کرنے کیلیئے تو اسلام بہانے تلاش کرتا رہتا ہے۔ مثلاً روزہ، قتل، نماز، اور قسم وغیرہ کا کفارہ ادا کرنے کیلیئے پہلے غلام کا آزاد کرنا مقرر کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ میں نماز اور روزہ کی ادائیگی سے پہلے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ[20]

"لیکن بڑی نیکی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی پر ایمان لائے روزہ آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور انبیاء پر ایمان لائے۔ اور مال سے محبت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دیتے رہے۔"

اسی طرح ارشاد باری ہے:

وَاعْبُدُواْ اللَّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ[21]

"اور صرف اللہ تعالی کی عبادت کرتے رہو اور اس میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں رشتہ دار، پڑوسی اجنبی، پڑوسی، مسافروں کے ساتھ اور اپنی مملوک غلاموں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔"

قرآن کریم کے سورۃ البلد میں غلاموں کے آزاد کرنے کو بڑی نیکی ارشاد فرمایا گیا:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ. أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ. يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ. أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ.[22]

"پس وہ (آدمی) دین کی اونچی چوٹی تک نہ پہنچ سکا اور تمھیں کیا معلوم کہ اونچی چوٹی کیا ہوتی ہے؟ وہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے، یا سخت بھوک کے دن رشتہ دار کو کھانا کھلانا ہے یا خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔"

حدیث میں آیا ہے کہ جس آدمی کے پاس ایک لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی تربیت کرے اور اچھی تعلیم دیں اس کہ بعد اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اللہ تعالی اس کو دوہرا اجر دے گا۔[23]

اسی طرح ارشاد نبوی ہے "غلام کے ساتھ سخت سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔[24]

اور یہ محض نظری تعلیمات نہیں تھی بلکہ خود حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ نے ان تعلیمات کا عملی نظارہ

بھی پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ اور حضرت ثوبانؓ اور حضرت ابو رافعؓ کو آزاد کیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے جان نثار صحابی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بہت سے غلاموں کو خرید کر آزاد کرایا، جیسے حضرت بلالؓ، حضرت عباسؓ، عامر بن فھیر، ابو فکیہؓ، حضرت زنیرہؓ وغیرہ۔ اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حکیم بن حزامؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ذوالکلاح حمیریؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ وغیرھم نے بہت سارے غلاموں کو آزاد کرایا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اسلام کے آنے سے مروج غلامی کا تدریجاً خاتمہ ہوا اور اس امر کی شد و مد سے ترغیب آئی کہ غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کیا جائے اس لئے کسی جنایت کی سزا یا گناہ کے کفارے کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم ملتا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک غلام کے ساتھ کتابت کر کے آزاد کرنا لازم کر دیا گیا اور جب تک آزادی نہ مل سکے تو اس صورت میں بھی ان کو اچھے نام سے پکارنے، ان کے حقوق کی رعایت کرنے اور ان سے احسان برتنے کا حکم آیا ہے۔
اسی طرح نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران دیگر امور کے ساتھ ساتھ جہاں غلاموں کی بات آئی تو ان کے حقوق بتا دیئے اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ دنیا سے رحلت فرماتے ہوئے۔ جو آخری وصیتیں فرمائی ان میں بھی نماز اور غلاموں کے حقوق سے متعلق تاکید فرمائی ہے۔

حوالہ جات

---

[1] مصطفی، أحمد، وغیرہ، المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاھرۃ، دار الدعوۃ، مصر، مادہ: سلم

[2] سورۃ الذاریات:٥٦

[3] سورۃ النحل:٣٦

[4] سورۃ الاعراف:٦٥

[5] سورۃ الاعراف:٧٣، ٨٥

[6] سورۃ آل عمران:٥١

[7] سورۃ آل عمران:٧٩

[8] سورۃ یوسف:17-20

[9] مسٹر گبن (Gibben)، "The Decline & fall" باب نمبر ٦، م، س۔ن

[10] سورۃ النساء:3

[11] مولانا زاہد الراشدی، اسلام اور انسانی حقوق، ص ٦٩-٧٠، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، ٢٠١١ء،

[12] صحیح بخاری، رقم نمبر ٢١١٤

[13] مولانا زاہد الراشدی، اسلام اور انسانی حقوق، ص ٤٧، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، ٢٠١١ء۔

14 الزمخشری، جار اللہ محمود بن عمران، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ج ۴، ص ۶۶۸، دار الکتاب العربی، بیروت، س۔ن

15 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۲۵۶، ۲۵۷۔ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ ۱۵۱۴ھ ۱۹۹۵ء

16 سورۃ النساء: 24

17 سورۃ النساء: 25

18 مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن: ج ۸ ص ۲۶، مکتبہ المعارف۔ کراچی، 2002

19 نفس مصدر: ج ۸، ص ۲۷

20 سورۃ البقرۃ 177

21 سورۃ النساء 36

22 سورۃ البلد 11-16

23 صحیح البخاری: 1/1428، رقم نمبر 3011

24 الخطیب التبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح: 2/267، حدیث نمبر (3375)، مکتبہ الاسلامی۔ بیروت، 1405ھ-1985ء